وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِي قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحدیث)

اَلْقَوْلُ النَّقِی فی حَیَاتِ النَّبِی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف: مفسر قرآن، شیخ طریقت
حضرت مولانا محمد عبد اللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ
خانقاہ بہلویہ شجاع آباد ملتان

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون (رواہ ابو یعلی)

رسالہ مسمّٰی

القول النّقی

فی

حیات النبیؐ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مؤلفہ

مفسر القرآن شیخ طریقت حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ صاحب بہلوی
نور اللہ مرقدہٗ

زیر اہتمام

خادم خانقاہ بہلویہ و مہتمم مدرسہ
حضرت مولانا حاجی عزیز احمد صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفے چند)

حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش: ۱۵ر فروری ۱۸۹۶ء ...... وفات: ۲ر جنوری ۱۹۷۸ء

آپ بہلی مضافات شجاع آباد ضلع ملتان کے رہنے والے تھے۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ مولانا محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ دامانی موسیٰ زئی شریف سے تصوف میں اجازت یافتہ تھے۔ امام التفسیر تھے۔ اپنے زمانہ کے علماء کرام کے سرخیل تھے۔ پاکستان میں فتنہ انکار حیات النبی ﷺ نے سر اٹھایا تو آپ نے "القول النقی فی حیات النبی ﷺ" کے نام سے رسالہ تحریر فرمایا، جو ہم اس مجموعہ میں شامل اشاعت کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ الشکر والحمد للہ تعالیٰ! جو معارف بہلوی ج ۱ ص ۲۶۴ تا ۳۱۳ سے ماخوذ ہے۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَ الْمُرْتَضٰی خَیْرِ خَلْقِ اللّٰہِ تَعَالٰی اَلَّذِیْ حَیَاتُہٗ اَکْمَلُ وَ اَفْضَلُ مِنْ حَیَاۃِ الشُّھَدَآءِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الْمُجْتَبٰی وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اھْتَدَوْا بِھُدَاہُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ اَرْضَوْا عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی، اَمَّا بَعْدُ!

بندہ بصد عجز و نیاز، دست بستہ عارض ہے کہ اس سال (۱۹۵۷ء) مسئلہ حیات النبی ﷺ کے اختلاف کی ایسی آندھی چلی کہ عوام وخواص تک اس سے متاثر ہوئے، علمائے کرام معتوب ومعیوب ہوئے، آفتابِ نصف النہار پر اَبرِ سیاہ آنے لگا اور عوام میں فریقین کے استدلال نے پریشانیاں، چہ میگوئیاں اور جنگ و جدال ڈال دیا۔ ’’حیات الانبیاء‘‘ کا مسئلہ ابتدائی سطح کے اعتبار سے اگر چہ کوئی اُصولی مسئلہ نہ تھا، مگر اپنے بعض نتائج کے اعتبار ولحاظ سے غیر معمولی اہمیت اختیار کرگیا۔ ہر طرف سے طنز برسنے لگے۔ احباب نے سوال وجواب سے سکوت اور دم بخود ہونا اختیار نہ کیا۔ آخر بندۂ گناہگار، شرمسار نے بذریعہ قلم اپنے احباب کے لئے اپنا مسلک ظاہر کرنا ضروری سمجھا۔ اس میں بعض احباب اور رفقاء نے بھی کچھ نقول بھیج دیں۔ ان نقول اور اکابر علمائے دیوبند کی تحقیقات سے بطور مشت نمونہ از خروارے پیشِ خدمت ہیں:

گر قبول افتد زہے عز و شرف

وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

***

اس رسالے میں مختلف مباحث پر مشتمل چند فصول ہیں:

فصل اوّل

موت کس چیز کا نام ہے؟

یاد رکھنا چاہئے کہ موت، فنائے کامل اور عدمِ کامل کا نام نہیں ہے، فنائے کامل اور عدمِ کامل کا عقیدہ دراصل کفارِ مکہ اور منکرینِ حشر ونشر کا ہے کہ اس ظاہری موت پر انسان مرجاتا ہے اور گل سڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ’’وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ بَلْ ھُمْ بِلِقَآئِ رَبِّھِمْ کٰفِرُوْنَ۔ قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ‘‘ (السجدۃ:۱۰،۱۱)

(ترجمہ) ’’اور کہتے ہیں کہ جب ہم رل گئے زمین میں، کیا ہم کو نیا بننا ہے؟ کچھ نہیں، وہ اپنے رَبّ کی ملاقات کے منکر ہیں تو کہہ قبض کر لیتا ہے۔ تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے، پھر اپنے رَبّ کی طرف پھر جاؤ گے۔‘‘

اس پر حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ’’یعنی تم اپنے آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل مل کر برابر ہو گئے، ایسا نہیں، تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ لے جاتا ہے، بالکل فنا نہیں ہو جاتے۔‘‘ (موضح القرآن)

پس قرآن مجید نے کفار کے اس عقیدے کا مدلل طریقے پر رَدّ فرمایا ہے اور اس ظاہری موت پر بھی حیات کو ثابت رکھا اور فرمادیا کہ موت فنائے کلی اور عدمِ تام نہیں، بلکہ: "اَلْاِنْتِقَالُ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ" یعنی ایک مکان سے دُوسرے مکان کی طرف انتقال کرنے کا نام موت ہے۔

اور امام غزالی رحمہ اللہ کے اس بارے میں یہ الفاظ ہیں کہ: "ایک لباس اُتار کر دُوسرا پہننے کا نام موت ہے۔"

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے "بشریٰ الکئیب" میں اسی طور پر لکھا ہے کہ علماء نے فرمایا: "الموت لیس بعدم محض، ولا فناء صرف وانما هو انقطاع تعلق الروح بالبدن، ومفارقة وحيلولة بينهما، وتبدل حال، وانتقال من دار الٰی دار" (شرح الصدور، وعلیہ کتاب بشری الکئیب ص ۳۳۴)

(ترجمہ) "موت عدمِ محض اور فنائے صرف نہیں ہے، وہ تو بے شک رُوح کے تعلق (جو کہ بدن سے تھا) کے ٹوٹنے اور جدا ہونے، ایک حال سے تبدیل ہونے اور ایک مکان سے دُوسرے مکان کی طرف جانے کا نام ہے۔"

بلکہ قرآن مجید نے تو یہاں تک بتادیا کہ اس برزخی دور میں فنائیت کے بعد دارِ آخرت میں بھی یہی بدن پھر ترکیب کذائی اختیار کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد ہے: "كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ" (الانبیاء: ۱۰۴)

(ترجمہ) "جیسا سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار، پھر اُس کو دُہرائیں گے وہ وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر، ہم کو پورا کرنا ہے۔"

لفظ اعادہ خود بتا رہا ہے کہ اسی بدن کو لوٹایا جائے گا۔ نیز موت کے بعد اجزائے بدنیہ کی کمی کو پورا کردیا جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کمی ہمارے علم میں ہے۔

جیسا کہ ارشادِ باری ہے: "قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ" (ق: ۴)

(ترجمہ) "ہم کو معلوم ہے جتنا گھٹاتی ہے زمین ان میں سے (یعنی سب مٹی نہیں ہوجاتی، جان سلامت رہتی ہے) اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔"

یعنی جہاں کہیں اجزائے بدن تحلیل ہو کر منتشر ہو گئے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں۔ علاوہ ازیں وہ اپنے واقف کاروں کو پہچانیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ" (یونس: ۴۵)

(ایک دُوسرے کو پہچانیں گے)

امام غزالی رحمہ اللہ نے "الدرۃ الفاخرہ" کے ص ۱۶ میں حیاتِ انسانی کی تین قسمیں فرمائی ہیں:

۱...... پہلی زندگی: یعنی تخلیق سے قبل جب عالم ارواح میں عہد الست لیا گیا۔

چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے: "ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ" (الاعراف: ۱۷۲)

یہ لفظ انفس اور ذُرّیت دونوں کسی موجود پر دلالت کرتے ہیں۔

۲...... دُوسری زندگی: جس کو قرآن مجید نے "الحیٰوۃ الدنیا" سے تعبیر فرمایا۔

۳...... تیسری زندگی: جو الفاظِ قرآنی میں "اَبْقٰی" ہے۔

مزید برآں اس جسدِ عنصری سے پہلے بھی انسان، انسان ہی ہوتے ہیں، مگر قابلِ ذکر نہیں ہوتے، قابلِ ذکر اس وقت ہوتے ہیں۔ جب کہ ان کو قوت عمل کے تمام آلات، سمع، بصر، فؤاد دے دیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْكُوْرًا۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًام بَصِیْرًا'' (الدھر: ۱، ۲)

(ترجمہ) ''بے شک گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں کہ نہ تھا وہ کوئی چیز جو زبان پر آتی۔ ہم نے بنایا آدمی کو ایک دو رنگی بوند سے، ہم پلٹتے رہے اس کو، پھر کر دیا ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والا۔''

مگر وہ وجودِ پاک جو شروع سے ہی اطاعت سے سرشار اور معصیت کے عمل سے مستثنیٰ ہوتے ہیں، وہ اس آب وگل کے درطے سے پہلے بھی قابلِ ذکر ہوا کرتے ہیں، وہ اس وقت بھی آلاتِ ظاہرہ کے بغیر، ادراک وشعور سے مشرف ہوا کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت آدم علیہما السلام کا مکالمہ در بارۂ قضا وقدر صحیح حدیثوں بلکہ صحیح بخاری جلد دوم میں موجود ہے۔ کمافی الدرۃ الفاخرۃ ص ۱۶ اور حضور اکرم ﷺ کا ادراک وشعور، اس شعور سے بھی کامل تر ہے۔ (نسیم الریاض شرح شفاج ۱ ص ۲۵۱) میں ہے: ''كُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ''

اور بعض روایات میں ہے کہ: ''كُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ'' (میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی میں تھے یا رُوح اور جسد میں تھے) مقصد یہ ہے کہ: ''ثَبَتَ لِیَ النُّبُوَّۃُ'' یعنی میرے لئے اس وقت نبوّت ثابت ہوئی اور شہرت میں آئی، جب کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کا وجودِ مبارک بھی نہ بنا تھا۔ کما فی شرح المصابیح! ظاہر ہے کہ جب نبوّت ثابت ہوئی تو آپ ﷺ کو علم وادراک بھی اس وقت سے حاصل ہوئے ہوں گے، یہ تو نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ نبی تو تھے، مگر ادراک وشعور بعد میں ہوا، یہ بھی نبی کا ایک امتیازی وصف ہے۔ اسی ادراک وشعور کی دُنیا میں انبیاء علیہم السلام سے ایک خاص عہد لیا گیا اور مکلف قرار دیئے گئے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

الف:...... ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ'' (آل عمران: ۸۱)

(ترجمہ) ''جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے وعدہ لیا۔''

ب:...... ''وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ'' (الاحزاب: ۷)

(ترجمہ) ''جب ہم نے نبیوں سے وعدہ لیا۔''

الغرض تمام علمائے ملتِ اسلامیہ اس اُمر میں متفق ہیں کہ موت فنائے کامل کا نام نہیں، بلکہ صرف زندگی کے ایک پلیٹ فارم سے اُتر کر دُوسرے پر جانے کا نام ہے۔ اس لئے ادراک وشعور اور سرور وغم اس ظاہری موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ اسی لئے شارع علیہ السلام کی جانب سے اہلِ قبور اور موتیٰ پر سلام وتلقین تجویز فرمائی گئی ہیں۔ علامہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کتاب (الروح ص ۵ و ۱۰) میں فرماتے ہیں: ''والسلف مجمعون علی هذا وقد تواترت الاٰثار عنهم بان المیت یعرف زیارۃ الحی ویستبشر به''

(ترجمہ) ''سلف اس بات پر متفق ہیں، اور ان سے متواتر آثار واخبار آچکے ہیں کہ میّت زیارت کرنے والے زندہ کو پہچانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔''

امام حافظ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: "ان الشھداء بل کل المؤمنین اذا زارھم المسلم وسلم علیھم عرفوا بہ وردوا علیہ السلام، فاذا کان ھذا فی احاد المؤمنین فکیف بسید المرسلینﷺ"

(وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۱)

(ترجمہ) "شہداء اور تمام مؤمنوں کی جب کوئی مسلمان زیارت کرتا ہے اور ان پر سلام کہتا ہے تو وہ اس کو پہچانتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں، جب عام مؤمنین کا یہ حال ہے تو سیّد المرسلینﷺ (کی حیات) کا کیا عالم ہوگا؟"

فصل ثانی

انبیاء کرام علیہم السلام دنیوی وفات کے بعد بھی جسد عنصری کے ساتھ زندہ ہیں

جاننا چاہئے کہ تمام اہلِ سنت والجماعت حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہلِ حدیث اور مجددی وغیرہ اس بات پر متفق ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام دُنیوی وفات کے بعد اعلیٰ، افضل اور اکمل تر مقام، درجات اور قربِ کمال پر فائز المرام ہیں، مگر حضور پُرنور خاتم الانبیاء والمرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمینﷺ سب سے بڑھ کر زیادہ مقرب اور "فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ" کے مقام پر سرفراز ہیں، مگر چونکہ "القلیل کالمعدوم" کے مصداق بعض لوگ انبیاء علیہم السلام کی اس طرح کی موت کے قائل تھے جیسے کہ دُوسرے انسانوں کی موت ہوتی ہے، تو اس پر امام بیہقی رحمہ اللہ اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ نے ان کی تردید میں حیات الانبیاء علیہم السلام کے موضوع پر رسائل تحریر فرمائے اور اُمتِ مرحومہ پر احسان فرمایا ہے، جزاھم اللہ تعالٰی خیرًا!

فائدہ: اس وقت اس میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور اکرمﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی موت کو عام انسانوں کی موت کی طرح سمجھا جاتا ہو، بلکہ اس میں اختلاف ہے کہ دُنیوی وفات کے بعد انبیاء کی حیاتِ برزخی رُوحانی ہے یا جسمانی برزخی ہے؟ ہمارے اکابرِ دیوبند وغیرہم رحمہم اللہ حضور پُرنورﷺ کی حیاتِ برزخی جسمانی کے اس طور قائل ہیں کہ حضور اکرمﷺ اسی وجودِ پاک کے ساتھ اپنے روضۂ مبارک میں اس طرح زندہ تشریف فرما ہیں جس طرح آپﷺ اِس دُنیا میں تشریف فرما تھے، جیسا کہ ماہنامہ "دارالعلوم دیوبند" نومبر ۱۹۵۷ء ص ۸، "آبِ حیات" مؤلفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ میں اور "المھند علی المفند" (مطبوعہ کتاب خانہ اعزازیہ دیوبند) کے ص ۱۳ میں ہے:

"پانچواں سوال: کیا فرماتے ہیں جنابِ رسول اللہﷺ کی قبر میں حیات کے متعلق کہ کوئی خاص حیات آپ کو حاصل ہے؟ یا عام مسلمانوں کی طرح برزخی حیات؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرتﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ کی حیات دُنیا کی سی ہے، بلا مکلف ہونے کے، اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت (ﷺ) اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخی نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں، بلکہ سب آدمیوں کو۔ چنانچہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیاء بحیاۃ الانبیاء" میں بہ تصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ: علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: انبیاء وشہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسے دُنیا میں تھی اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی

دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے...... الخ۔ پس اس سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ کی حیات دُنیوی ہے، اوراس معنے پر برزخی بھی ہے کہ عالمِ برزخ میں حاصل ہے...... الخ''

اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۵۸ مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند ضلع سہارنپور میں ہے:

''سوال: انبیاء علیہم السلام احیاء اند؟ حیات چہ معنی دارد؟ اقسام حیات نیز تحریر فرمایند! چنانچہ حیات شہداء حیاتِ اولیاء وحیاتِ انبیاء وغیرہ۔

جواب: انبیاء علیہم السلام در قبورِ خود زندہ اند، وایں قدر از حدیث معتبر ثابت است کہ فرمود آنحضرت ﷺ کہ حرام کردہ است بدن ہائے انبیاء برزمین وامثال آں، ایں قسم احادیث در شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور سیوطی رحمہ اللہ باستیعاب آوردہ است فقط، واللہ تعالیٰ اعلم! (محمد شفیع غفرلہ)''

کتاب ''نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام'' میں آنحضرت ﷺ کے احوال اور عالم برزخ میں تشریف رکھنے سے متعلق تفصیلات ہیں۔ چنانچہ اس میں حیات النبی علیہ السلام کے متعلق چند دلائل بھی تحریر ہیں، من جملہ ان کے یہ ہیں:

پہلی روایت: ابن المبارک رحمہ اللہ نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کیا ہے کہ: ''لیس من یوم الا وتعرض علی النبی ﷺ أعمال أمته غدوة وعشیًا'' (المواھب اللدنیة ج۵، ص ۳۴۷)

(ترجمہ) ''کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر آپ کی اُمت کے اعمال صبح وشام پیش نہ کئے جاتے ہوں۔''

دوسری روایت: مشکوٰۃ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان اللہ حرّم علی الأرض أن تأکل أجساد الأنبیاء، فنبیّ اللہ حیّ یرزق، رواہ ابن ماجة'' (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

(ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسدِ مبارک کو کھا سکے۔ پس خدا تعالیٰ کے پیغمبر زندہ ہوتے ہیں اوران کو رزق دیا جاتا ہے، روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔''

فائدہ: پس ایک تو آپ ﷺ کا قبر میں زندہ ہونا ثابت ہوا، دوم یہ کہ قبر میں جو رزق دیا جاتا ہے وہ اُس عالم کے مناسب ہوتا ہے، گو شہداء کے لئے بھی حیات اور رزق دیا جانا وارد ہے، مگر انبیاء کی حیات اور مرزوقیت ان سے اکمل واقویٰ ہے۔

تیسری روایت: بیہقی رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الأنبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون'' (المواھب اللدنیة ج ۵ ص ۳۳۲)

(ترجمہ) ''انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں، اور نماز پڑھتے ہیں۔''

فائدہ: مدارج النبوۃ جلد دوم میں اس کی اسناد کی توثیق کی ہے۔

فائدہ: یہ نماز تکلیفی نہیں، بلکہ تلذّذ کے لئے ہے۔ (کذا فی تنویر الحوالک فی رؤیة النبی والملک ص ۳۷)

اس حیات سے آپ ﷺ کو پکارنا ہر جگہ سے دُرست نہیں، کیونکہ مشکوٰۃ میں بیہقی سے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ خود حضرت رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ: ''من صلّی علیّ عند قبری سمعته، ومن صلّی علیّ نائیا ابلغته، رواہ البیھقی فی شعب الایمان'' (مشکوٰۃ ص ۸۷)

(ترجمہ) ''جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے، میں اس کو سنتا ہوں، اور جو دُور سے پڑھے وہ مجھے پہنچایا جاتا ہے۔''

جیسا کہ مشکوٰۃ میں نسائی اور دارمی سے بروایت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ: ''ان اللہ ملئکۃ سیاحین فی الأرض یبلغون من امتی السلام۔ رواہ النسائی والدارمی'' (مشکوٰۃ ص ۸۶)

(ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ کی جانب سے زمین میں ملائکہ مقرر ہیں جو میری اُمت کی طرف سے مجھ تک سلام پہنچاتے ہیں۔''

چوتھی روایت: میں ہے کہ: ''مررت علی موسی لیلۃ أسری بی عند الکثیب الأحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ'' (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸)

(ترجمہ) ''جس رات معراج ہوئی، میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔''

پانچویں روایت: میں ہے کہ: ''ان رسول اللہ ﷺ صلی بالمرسلین لیلۃ أسری بہ رکعتین، وانہ سلم علی ھارون فدعالہ بالرحمۃ ولأمتہ، وانہ سلم علی ادریس فدعالہ بالرحمۃ ولأمتہ''

(درۃ الفاخرۃ ص ۱۱۵، مجموعہ رسائل امام غزالی، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)

(ترجمہ) ''حضور ﷺ نے معراج کی رات میں رسولوں کو دو رکعت نماز پڑھائی، اور آپ ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام پر سلام کیا اور انہوں نے آپ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے رحمت کی دُعا کی، اور حضرت ادریس علیہ السلام پر سلام کہا اور انہوں نے آپ کے لئے اور آپ کی اُمت کے لئے رحمت کی دُعا کی۔''

چھٹی روایت: میں ہے کہ: حضور ﷺ نے فرمایا: ''والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسی بن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال: یامحمد! لأجیبنہ'' (ترجمان السنہ ج ۳، ص ۵۶۳، بحوالہ رُوح المعانی)

(ترجمہ) ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، عیسیٰ بن مریم ضرور اُتر کر رہیں گے اور اگر وہ میری قبر پر آ کر کھڑے ہوں گے اور مجھ کو یا محمد (ﷺ) کہہ کر آواز دیں گے تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔''

ساتویں روایت: ''ما من أحد یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتّٰی ارد علیہ السلام، رواہ ابوداؤد والبیھقی فی الدعوات الکبیر'' (مشکوٰۃ ص ۸۶)

(ترجمہ) ''جو کوئی میرے پر سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ پر میری رُوح واپس کرتا ہے، اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔''

مندرجہ بالا روایات کا خلاصہ یہ نکلا کہ سب انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، آنحضرت ﷺ بھی زندہ ہیں اور روضۂ اقدس میں تشریف فرما ہیں۔

حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے مکاتیب جلد اوّل ص ۱۵۳ میں ہے کہ: ''آپ (ﷺ) کی حیات نہ صرف رُوحانی ہے جو کہ عام مؤمنین وشہداء کو حاصل ہے، بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیاتِ دُنیوی، بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔''

''مدارج النبوۃ'' (ج ۲ ص ۵۷۵، مطبوعہ لکھنؤ) میں ہے: ''بدانکہ حیاتِ انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم

جمعین متفق علیہ است میان علماء ملت و ہیچ کس را خلاف نیست دراں کا ترو قو تیز زوجود و حیات شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ کہ آں معنوی اُخروی است عند اللہ و حیات انبیاء حیات حسّی و دُنیاوی است۔"

(ترجمہ) "جاننا چاہئے کہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام متفق علیہ ہے تمام علماء کے نزدیک، کسی کو اس میں اختلاف نہیں، شہداء مقاتلین فی سبیل اللہ کی حیات معنوی اُخروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور انبیاء علیہم السلام کی حیات حسی دُنیاوی ہے۔"

"اشعة اللمعات" (ج ۱ ص ۶۱۳) میں ہے کہ: "وحیاتِ انبیاء متفق علیہ است" یعنی حیاتِ انبیاء علیہم السلام متفق علیہ ہے۔

"انباء الاذکیاء للسیوطی رحمہ اللہ" میں ہے کہ: "حیاة النبی ﷺ فی قبرہ وھو وسائر الأنبیاء معلومة عندنا علمًا قطعیًا لما قام عندنا من الأدلة فی ذٰلک وتواترت به الأخبار وقد ألّف البیهقی جزأ فی حیاة الأنبیاء فی قبورهم" (انباء الاذکیاء مندرجہ الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۴۷ طبع بیروت)

(ترجمہ) "حضور اکرم ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات علم قطعی سے ہمارے نزدیک ثابت ہے، اس لئے کہ دلائل اور متواتر اخبار اس پر قائم ہیں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر ایک رسالہ لکھا ہے۔"

"بذل المجهود فی حل ابی داؤد" (ج ۲، ص ۱۱۷) میں ہے کہ: "ان نبی اللہ ﷺ حیٌ فی قبرہ کما أن الأنبیاء علیہم السلام أحیاء فی قبورهم، ولا فرق بین أن یکون فوق الأرض أو تحت حجابها کما لا فرق فی حضورہ وغیبته فی زمان حیاته ﷺ"

(ترجمہ) "نبی اکرم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں، اس میں کوئی فرق نہیں کہ زمین کے اُوپر ہوں یا پردے کے نیچے۔ جیسا کہ حضور ﷺ اپنی حیاتِ مبارک کے وقت میں رُوبرو بھی ہوتے تھے اور آنکھ سے غائب بھی ہوتے تھے۔"

اسی طرح "فتح الباری" (ج ۳، ص ۴۱۴) میں فرماتے ہیں: "الأنبیاء أحیاء عند ربهم یرزقون، فلامانع ان یحجوا فی هٰذا الحال کما ثبت فی صحیح مسلم من حدیث أنس رضی اللہ عنہ انه ﷺ رأی موسیٰ قائمًا فی قبرہ یصلی"

(ترجمہ) "انبیاء علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے قرب میں زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔ پس کوئی چیز مانع نہیں کہ اس حال میں حج کریں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔"

اور ابوداؤد باب زیارة القبور کے حاشیہ میں حیات النبی ﷺ کی کس قدر وضاحت فرمائی ہے: "وجاء فی الروایة انه یعطی للمیت فی یوم الجمعة الادراک اکثر ممایعطی فی سائر الأیام" (ابوداؤد ج ۲، ص ۱۰۵)

(ترجمہ) "روایت میں وارد ہے کہ میّت کو جمعہ کے دن دُوسرے دنوں کی نسبت زیادہ ادراک دیا جاتا ہے۔"

اسی طرح نسائی باب (اکثار الصلوٰة یوم الجمعة ص ۱۵۵ حاشیہ) میں ہے: "والجواب بقوله ﷺ (ان اللہ حرم ...الخ) کنایة عن کون الأنبیاء أحیاء فی قبورهم"

(ترجمہ) ''آنحضرت ﷺ کا قول: ''ان اللہ حرم......'' اس بات سے کنایہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

''باب صلوٰۃ نبی اللہ موسیٰ علیہ السلام'' ص ۱۸۵ کے حاشیہ: ۱۲ میں واضح فرمایا ہے کہ:

''(یصلی فی قبرہ) قال الشیخ بدر الدین الصاحب ھذا صریح فی اثبات الحیاۃ لموسی فی قبرہ فانہ وصفہ بالصلٰوۃ وانہ قائم ومثل ذٰلک لا یوصف بہ الروح وانما یوصف بہ الجسد وفی تخصیصہ بالقبر دلیل علی ھذا فانہ لو کان من اوصاف الروح لم یحتج لتخصیصہ''

(ترجمہ) شیخ بدر الدین ؒ فرماتے ہیں کہ: یہ یصلی فی قبرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات فی القبر کے بارے میں صریح دلیل ہے۔ پس آپ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھنے اور قبر میں کھڑے ہونے سے متصف فرمایا ہے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنا صرف رُوح کی صفت نہیں، بلکہ رُوح مع الجسد کی صفت ہوتا ہے، پھر قبر کی تخصیص کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے۔ پس اگر وہ رُوح کے اوصاف سے ہوتا تو اس سے حجت پکڑنا صحیح نہ ہوتا۔''

مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۷۶ میں اوس بن ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

''......فأکثروا علیّ من الصلٰوۃ فیہ فان صلٰوتکم معروضۃ علیّ۔ قالوا: یارسول اللہ! وکیف تعرض صلٰوتنا علیک وقد ارمت؟ قال: یقولون بلیت، قال: ان اللہ حرّم علی الأرض أجساد الأنبیاء''　　(مشکوٰۃ ص ۱۲۰)

(ترجمہ) ''جمعہ کے روز مجھ پر دُرود شریف کثرت سے پڑھا کرو، تمہارا دُرود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیسے پیش کیا جائے گا، آپ تو قبر میں مٹی ہو جائیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے۔''

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ: ''حیاتِ انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را در وے خلافی نیست، حیاتِ جسمانی دُنیاوی حقیقی نہ حیاتِ معنوی رُوحانی چنانکہ شہدا را است''

(اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۶۱۳)

(ترجمہ) ''حیاتِ انبیاء علیہم السلام متفق علیہ ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں، حیاتِ انبیاء علیہم السلام حسّی دُنیاوی ہے، محض ملاقاتِ ارواح نہیں، جیسا کہ شہداء کی (ارواح کو پرندوں کے پیٹ میں ڈالا جاتا) ہے۔''

امام بیہقی ؒ اپنی کتاب ''الاعتقاد والہدایۃ الی سبیل الرشاد'' میں فرماتے ہیں کہ: ''ان اللہ ردّ علی الأنبیاء أرواحھم وھم أحیاء عند ربھم کالشھداء'' (کذا فی انباء الاذکیاء للسیوطی مندرجہ الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۸)

(ترجمہ) ''انبیاء علیہم السلام کی ارواح (قبض ہونے کے بعد) ان کی طرف واپس کی جاتی ہیں۔ پس وہ شہداء کی طرح اللہ کے قرب میں زندہ ہیں۔''

اور شرح تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک (ص ۵۸ مطبوعہ مصر) میں علامہ سیوطی ؒ فرماتے ہیں: ''علامہ ابن حجر مکی ؒ اپنی کتاب ''شرح ہمزیہ'' میں لکھتے ہیں کہ: ''حیاتِ انبیاء علیہم السلام کی حدیثیں بہت ہیں، جن کو امام بیہقی ؒ نے ایک رسالے میں جمع کر دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات، شہداء کی حیات سے اعلیٰ واتم ہے، جس کی تصریح قرآن مجید میں: ''بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ'' کی شکل میں موجود ہے''

فصل ثالث

مسئلہ حیات کتب اہلِ حدیث سے

نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب (حج الکرامہ ص ۲۸۵) میں لکھتے ہیں: ''ابنِ جوزی رحمہ اللہ بہ سندِ متصل سعید بن المسیب رحمہ اللہ لایا ہے کہ سعید مذکور نے فرمایا کہ: واقعہ حرہ میں مسجدِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں بجز میرے اور کوئی نہ تھا۔ اہلِ شام جب مسجد میں آتے تو کہتے کہ: یہ بوڑھا دیوانہ اس جگہ کیا کرتا ہے؟ اور فرمایا کہ: کوئی نماز کا وقت نہ آتا تھا، مگر میں آواز اذان اور اقامت کی حجرۂ شریف سے سنتا تھا اور اسی اذان و اقامت سے نماز ادا کرتا تھا اور بجز میرے کوئی نہ ہوتا تھا۔ اسی واقعہ کو ''الدرۃ الثمینہ'' (ص ۱۲۳) میں اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ''انباء الاذکیاء'' و ''شرح الصدور'' میں، اور علامہ سخاوی رحمہ اللہ تلمیذ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''القول البدیع'' میں نقل کیا ہے، اور اس قسم کے اور بھی واقعات نقل کئے ہیں۔''

علامہ شوکانی یمنی آخری دور کے محقق اہلِ حدیث (متوفی ۱۲۵۰ھ) اپنی کتاب ''فتح القدیر للشوکانی'' آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''والمراد من الرزق المعروف فی العادات علی ماذھب الیہ الجمھور کما سلف''

حاصلِ آیت: ''وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا'' (مریم: ۶۲) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جنتیوں کو رزق جو کہ عادت میں معلوم ہے، وہی مراد ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: شہداء کو جنت سے عالمِ برزخ میں صبح و شام رزق دیا جاتا ہے، قرآنِ کریم میں عام جنتیوں کے لئے بھی ہے کہ: ''وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَعَشِيًّا'' (مریم: ۶۲) یعنی جنتیوں کو بہشت میں صبح و شام رزق دیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں لفظ ''حوت'' اور لفظ ''ثور'' یعنی بیل بھی آیا ہے۔

اور اسی روایت میں ہے: ''فَيَجِدُوْنَ طَعْمَ كُلِّ شَيْءٍ فِي الْجَنَّةِ'' یعنی بہشت میں ہر شے کا مزہ پاتے ہیں۔ (بشری الکئیب مع شرح الصدور للسیوطی رحمہ اللہ ص ۳۵۸)

نیز روایات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے وفات کے وقت اظہار فرمایا کہ مجھ کو جو زہر دیا گیا تھا، آج میں اس کی تکلیف محسوس کر رہا ہوں اور ظاہر ہے کہ زہر دے کر کسی کو مارا جائے تو اس کے شہید ہونے میں کسی کو شبہ نہیں اور قرآنی تصریحات سے شہداء کا زندہ ہونا ثابت ہے، اگر حضور ﷺ کے بارے میں اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے تو بھی آپ ﷺ کی حیات میں کوئی شبہ نہیں۔ جب شہداء کی حیات ثابت ہے تو انبیاء و رُسل تو شہداء سے کئی مراحل آگے ہیں۔ شہداء کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ'' (آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰)

(ترجمہ) ''بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رَبّ کے پاس، کھاتے پیتے اور خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوش ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس، ان کے پیچھے سے۔''

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے لئے پانچ چیزیں فرمائیں:

۱...... تم ان کو مردہ مت سمجھو۔

۲...... وہ زندہ ہیں۔

۳...... ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

۴...... وہ اپنی اس اُخروی زندگی پر خوش وخرم ہیں۔

۵...... پس ماندگان کو بشارت بھیجتے ہیں۔

کیا یہ صفات مُردوں کی ہیں؟ یا محض رُوحانی حیات کی ہیں؟ فافہم!

حالانکہ شہداء میں سے بعض وہ ہیں جن کی رُوح نکلنے کے ساتھ ساتھ ان کے بدن بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے ہیں اور بعض کو جلا دیا جاتا ہے اور راکھ کو بھی ہوا میں اُڑا دیا جاتا ہے۔ دُنیا ان کے ساتھ یہ معاملات دیکھتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ نہایت زوردار الفاظ سے کہتا ہے کہ ان کو مردہ مت کہو! اور مت سمجھو! وہ تو زندہ ہیں، خوش ہیں......الخ!

نیز ہمارا اور اکثر کا مشاہدہ ہے کہ بہت سے صلحاء و شہداء کی نعشیں صدیوں کے بعد اپنی قبروں سے تروتازہ نکلیں اور ان کے اجسام پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ تھا، تنویر الحوالک فی رؤیۃ النبی والملک ص ۶۳ میں ابونعیم نے یوسف بن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ: "سمعت ثابتًا یقول لحمید الطویل: هل بلغک یا ابا عبید ان احدًا یصلی فی قبره الا الأنبیاء قال: لا، قال ثابت: اللّهم ان اذنت لأحد أن یصلی فی قبره فأذن لثابت ان یصلی فی قبره... والله الذی لا اله الا هو ادخلت ثابتًا البنانی لحده ومعی حمید الطویل قال: فلما سوینا علیه اللبن سقطت لبنةً فاذا انا رأینا به یصلی فی قبره" (حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۳۱۹)

(ترجمہ) "میں نے ثابت سے سنا، وہ حمید طویل کو کہتا تھا کہ: کیا کوئی خبر بھی سنی کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کوئی دوسرا بھی قبر میں نماز پڑھتا ہو؟ فرمایا: نہیں سنا! ثابت نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ! (یعنی دُعا کہہ دی) اور جسیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! میں نے ثابت رحمہ اللہ بنانی کو قبر میں داخل کیا، اس موقع پر حمید طویل بھی ساتھ تھا۔ جب ہم نے اس پر اینٹیں برابر کر دیں تو اچانک ایک اینٹ گر گئی، تو ہم نے دیکھا کہ ثابت قبر میں نماز پڑھ رہا تھا۔ (اللہ تعالیٰ نے اس کی دُعا کو قبول فرمالیا)"

ترمذی رحمہ اللہ، بیہقی رحمہ اللہ اور حاکم رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: "ضرب بعض أصحاب النبی ﷺ خبائه علی قبر وهو لا یحسب انه قبر فاذا قبر فیه انسان یقرأ سورة الملک حتی ختمها فأتی النبی ﷺ فقال: یا رسول الله! ضربت خبائی علی قبر وأنا لا أحسب انه قبر فاذا فیه انسان یقرأ سورة الملک حتی ختمها، فقال النبی ﷺ: هی المانعة هی المنجیة تنجیه من عذاب القبر" (ترمذی ج ۲ ص ۱۱۷)

(ترجمہ) "بعض اصحابِ حضور رسولِ اکرم ﷺ نے قبر کے اُوپر خیمہ گاڑا اور اس کو خبر نہ تھی کہ یہ قبر ہے، اس میں سے سورۂ "تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ" سنی۔ حتیٰ کہ اس نے سورۃ کو تمام کیا۔ حضور پُرنور ﷺ کو آکر خبر دی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ سورۃ عذابِ قبر کو روکنے والی اور عذابِ قبر سے نجات دینے والی ہے۔"

"قال أبو القاسم السعدی فی کتاب الروح: هذا التصدیق من النبی ﷺ بأن المیت یقرأ فی قبره، فان عبدالله أخبره بذلک، وصدقه رسول الله ﷺ" (شرح الصدور ص ۱۸۹)

(ترجمہ) "ابوالقاسم سعدی رحمہ اللہ نے کتاب رُوح میں فرمایا کہ: حضور ﷺ نے تصدیق کردی کہ میت بھی قبر میں پڑھتی ہے، کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی خبر آپ ﷺ کو دی اور آپ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔"

اور شیخ نجم الدین اصبہانی سے مروی ہے کہ: ''انہ حضر رجلا یدفن، فقعد الملقن یلقنہ، فسمع المیت وھو یقول: الا تعجبون من حیث یلقن حیًا'' (شرح الصدور ص ۲۰۶)

(ترجمہ) ''ایک جوان کے دفن پر حاضر ہوا تو تلقین کرنے والا قبر پر اس کو تلقینِ شہادت کر رہا ہے اور دفن ہونے والے سے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ: کیا تعجب نہیں کرتے ایسے مردے سے کہ زندہ کو تلقین کر رہا ہے۔''

اس کی مثل متعدد واقعات کتب یافعی اور قشیری میں کثیر ہیں۔

بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کیا کہ: فاطمہ بنتِ خزاعیہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر سلام کہا کہ: ''السلام علیک یا عمّ رسول اللہ!'' انہوں نے جواب دیا: ''علینا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' (شرح الصدور ص ۲۱۰)

اس کے علاوہ ایسے واقعات کثیر ہیں۔

''ازالۃ الخفاء'' میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''زمانۂ خلافتِ فاروقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد فوراً کسی نے کھجوروں کی ایک پلیٹ خدمتِ اقدس میں پیش کی۔ آنحضرت ﷺ نے تقسیم فرماتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو کھجوریں دیں، مگر ان کے جی میں آیا کہ اگر تیسری بھی مل جاتی تو بہتر تھا۔ آنکھ کھل گئی، مسجد تشریف لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، فوراً کسی نے ایک پلیٹ کھجوروں کی پیش کی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دو کھجوریں پیش کر دیں۔ آپ کو وہ رات والا واقعہ یاد آ گیا اور دل میں اس خیال کی یاد تازہ ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر رسولِ اکرم ﷺ آپ کو تیسری کھجور عنایت فرماتے تو میں دے دیتا، مگر حضور علیہ السلام نے محض دو ہی دی تھیں، اس لئے میں بھی دو ہی دُوں گا۔''

بظاہر زیارت تو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تھی، مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی اس واقعے کا علم کرا دیا تھا۔

مقدمہ فیوض الحرمین میں اپنے مشاہدہ نہم میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے آنحضرت ﷺ کو اکثر اُمور میں اسی صورتِ مقدس میں جس میں آپ تھے، بار بار دیکھا۔ (حتیٰ کہ فرمایا کہ) انبیاء علیہم السلام حج کیا کرتے ہیں اور اپنی قبروں میں وہ زندہ ہیں۔'' (فیوض الحرمین ص ۳۲)

فائدۂ عجیبہ

سوال: آپ کا یہ فرمانا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ آیتِ شریفہ: ''اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ'' (الزمر: ۳۰) کے خلاف ہے، آیت میں صاف واضح ہے کہ آپ ﷺ پر موت وارد ہوئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کو دفن کیا، جب آپ ﷺ کی موت ہو جانے یا نہ ہونے میں اختلاف ہوا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس آیت سے استدلال کیا۔ پھر حیات کا کیا مطلب رہ جاتا ہے؟ نیز جب مشاہدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ قبرِ انور میں آرام فرما ہیں، تو پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہاں سے باہر حج وغیرہ کے لئے تشریف لے جائیں یا وہاں بھی زندہ ہوں؟

جواب: یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسدِ اطہر کو زمین نہیں کھاتی، نہ وہ بوسیدہ ہوتا ہے۔ اور تمام موتیٰ کے لئے رُوح کا واپس ہونا حدیثِ صحیح میں موجود ہے، جس سے سوال منکر نکیر ہوتا ہے، شہداء اور انبیاء تو ہزاروں درجے اُوپر ہیں۔ پھر اب یہ ہے کہ جسم میں رُوح آ کر واپس چلی جاتی ہے یا دائم و مستمر بھی رہ سکتی ہے؟ تو حق

تعالیٰ زوردار الفاظ میں فرماتا ہے کہ ان کو مردہ گمان بھی نہ کرو: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ اَمْوَاتًا، بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ... الخ" (آل عمران: ۱۶۹) کھاتے پیتے ہیں، خوش ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام تو ان سے ہزاروں درجے بالاتر ہیں۔ جب شہداء زندہ ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور بہشت میں آتے جاتے ہیں اور دُنیا میں بھی آتے جاتے ہیں، جیسا کہ حاکم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:

"بينما النبی ﷺ جالس، وأسماء بنت عميس قريبة منه اذ ردّ السلام، وقال: يا أسماء! هٰذا جعفر مع جبريل وميكائيل مروا فسلموا علينا" (شرح الصدور ص ۲۴۴)

(ترجمہ) "حضور ﷺ بیٹھے تھے اور اسماء بنت عمیس آپ ﷺ کے قریب تھیں، اور آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: اے اسماء! یہ جعفر ہے، جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ گزرے اور ہم پر سلام کہا۔"

تو کیا بعید ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہوں اور نماز بھی پڑھیں اور حج بھی کریں اور آیت: "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ" (الزمر: ۳۰) اس کے مخالف نہیں۔ اس لئے کہ کون کہتا ہے کہ حضور ﷺ اور انبیاء علیہم السلام پر موت نہیں آئی؟ بلکہ اختلاف اس بات میں ہے کہ ظاہری موت کے بعد پھر قبر مبارک میں بہ جسدِ عنصری زندہ ہیں یا نہ؟

نیز رُوح تو ہر خاص وعام کی زندہ ہے، کیونکہ رُوح ان اشیاء میں سے ہے کہ اس پر فنا نہ آئے گی، جیسے حور وغلمان وغیرہ، کما عند الجمهور، پس: "اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ" (رواه البيهقی عن انس رضی اللہ عنہ ووافقه الحافظ ابن حجر كما فی الجلد السادس فی فتح الباری کما مرّ) کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبر مبارک میں عباداتِ طیبہ اور افعالِ مبارکہ سے معطل نہیں، بلکہ وہ قبر میں بھی اسی طرح عبادات، مثلاً: حج، نماز وغیرہ میں مشغول ہیں، جیسا کہ دُنیا میں تھے، اسی طرح ان کے تابعین کا حال علیٰ قدر المراتب ہے، بخلاف ان لوگوں کے جو دُنیا میں عبادات سے معطل تھے، وہ قبر میں بھی معطل ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے: "مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی" (بنی اسرائیل: ۷۲) یعنی وہ شخص جو دُنیا میں نابینا ہے (یعنی اعمالِ صالحہ واعتقادِ صحیحہ سے معطل ہے) وہ آخرت میں بھی معطل ہے۔

پس حیات کا معنی یہ ہے کہ حیات کے ہوتے ہوئے زندوں والے کام کرتے ہیں اور ممات کا مطلب یہ ہے کہ باوجود زندہ ہونے کے، رُوح زندوں کے نیک افعال سے معطل ہے۔ جیسا کہ محاورہ میں آوارہ اور نالائق کو مردہ اور نیک خصال کو زندہ کہتے ہیں اور حدیث میں ذاکر کو زندہ اور غافل کو مردہ فرمایا ہے۔ اسی طرح علم کو حیات اور جہل کو موت سے تعبیر کرتے ہیں، پس کافر میّت ہے، کیونکہ وہ قبر میں میّت ہے، یعنی تمام خیرات اور نیک کام کرنے سے معطل ہے، اس کو سوائے فریاد وفغاں کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

میّت کے یہ معنی نہیں کہ اس کی رُوح فانی ہے، کیونکہ ارواحِ خبیثہ جو افعال کرتی ہیں، ان کو افعالِ حیات نہیں کہا جاتا۔ پس بیہقی کی حدیث میں حیات باعتبار افعال کے ہے، اس لئے جہاں کہیں بھی کسی کی حیات ذکر کی جاتی ہے، وہاں اس کے افعال کا ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ اس کی حیات پر دلیل ہو، اس تقریر سے اس حدیث: "مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ" جو کوئی مجھ پر سلام کہتا ہے تو مجھ پر میری رُوح رَدّ کی جاتی ہے کا مطلب یہ ہے، آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔

سوال: اب یہ تو سمجھ میں آگیا کہ رُوح واپس کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ رُوح پہلے نہ تھی، سلام کے جواب دینے کے وقت واپس آتی ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اس سے حیات ابدی کیسے ثابت ہوئی؟

جواب: فیض الباری علیٰ صحیح البخاری میں اعادۂ رُوح کا معنی بتلاتے ہوئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ: ''لیس معناہ انہ یرد روحہ أی انہ یحیی فی قبرہ، بل توجہ من ذٰلک الجانب الٰی ھٰذا الجانب فھو حیّ ﷺ فی کلتا الحالتین بمعنی انہ لم یطرأ علیہ التعطل قط'' (فیض الباری علیٰ صحیح البخاری ج ۲ ص ۶۵)

(ترجمہ) ''ردِّ رُوح کا یہ معنی نہیں ہے کہ قبر میں پھر زندہ کئے جاتے ہیں، بلکہ یہ معنی ہے کہ رُوح کی توجہ جو تجلیات واردہ میں تھی، دُرود کے وقت اس کی توجہ سلام کے جواب کی طرف کردی جاتی ہے، تو حضور کریم ﷺ دونوں حالتوں میں زندہ ہیں، یعنی کسی وقت بھی ان کو تعطل نہیں ہوا۔''

اور ''فیض الباری'' ج ۲ ص ۴۶، ۴۷ پر ہے کہ عالم دو قسم پر ہے، ایک وہ جو ہمارے لئے محسوس و مبصر ہے، اس کو ہم دیکھ رہے ہیں، اس کو عالم الشہادۃ کہتے ہیں، دوم وہ کہ جس کا اخبارِ شرع سے ہم کو علم ہوا، اس کا نام عالم الغیب ہے۔

شریعت کبھی ظاہر حس پر اَحکام مرتب کرتی ہے، گو واقع میں اس کے خلاف کا امکان ہو، جیسے فرمایا: ''وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا'' (یٰسٓ: ۳۸) سورج کے آنے جانے کا کون انکار کرسکتا ہے؟ ظاہر حس میں جو تھا، فرمایا، مگر یہ بھی ممکن ہے کہ آسمان چل رہا ہو، اس کے چلنے سے سورج چل رہا ہو، اسی ظاہر کو فرمایا کہ سورج چل رہا ہے، اور ممکن ہے کہ آسمان میں محض سورج چل رہا ہو، اور آسمان ساکت ہو۔

اور کبھی حقیقت پر آگاہی دی جاتی ہے، جیسے قبر کا عذاب جن و اِنس کے سواء سب سنتے ہیں، مگر حواسِ ظاہری اس کے سننے سے معطل ہیں، جیسے نیند والے پر حالات عجیبہ غریبہ گزرتے ہیں، مگر جاگنے والا نہیں دیکھ سکتا۔

اسی طرح عالم غیب یعنی برزخ والے کے حالات کچھ اور ہیں اور عالَم ظاہر و دُنیا کے کچھ اور ہیں، عالم ظاہر کے اعتبار سے فرمادیا کہ: ''اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'' مگر ممکن ہے کہ اسماع کی نفی ہو، یعنی جو سننے کے اسباب و آلات ہیں، وہ مرنے سے معطل ہیں۔ لہٰذا آپ نہیں سنا سکتے۔

ہاں! البتہ عالم برزخ کے حالات دُوسرے ہیں، وہ اس باعث سے نہیں سن سکتے ہیں، جیسے فرمایا: ''اِنَّ اللہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ'' (فاطر: ۲۲) اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو سنا دے۔ پس ظاہر حس میں معطل ہونا اس کے منافی نہیں کہ عالمِ غیب میں اس کے مناسب حالات، واردات، کیفیات، تجلیات، قرأتِ قرآن، صلوٰۃ، عبادات اور اذان وغیرہ سے متلذّذ ہوں، یا دُنیا میں عبادت سے تعطل اور محروم ہونے کی وجہ سے وہاں قبر میں بھی خائب و خاسر ہوں۔ لہٰذا اس کے لئے شرح الصدور للسیوطی رحمہ اللہ کی طرف رُجوع کرنا بہتر ہے اور اہلِ کشف کے نزدیک اس کے علاوہ دُوسری نعمتیں بھی ثابت ہیں۔ لہٰذا ہم اس کا انکار نہیں کرسکتے جب تک کہ شریعت صراحتاً اس کا انکار نہ کرے۔ (ملخص ما فی فیض الباری علیٰ صحیح البخاری ج ۲ ص ۴۶)

اسی کتاب کے اسی صفحے پر ہے کہ: جو شخص رات کو عبادت سے اور دن کو روزہ سے زندہ اور آباد رکھتا ہے، قبر میں اس کی آنکھیں عبادت سے ٹھنڈی کی جائیں گی اور معطل و بے کار نہ چھوڑا جائے گا۔ پس بعض وہ ہوں گے جو قبر میں آرام کی نیند سوئیں گے، یہاں تک کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آنکھیں مل کر اُٹھیں گے اور کہیں گے: ''مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا'' اور بعض وہ ہوں گے کہ صبح و شام آگ پر پیش کئے جائیں گے۔ معاذ اللہ!

''فتح الملھم شرح صحیح مسلم'' (ج ۳ ص ۴۱۹) میں ہے کہ: ''ان النبی ﷺ حیّ کما تقرر وانہ یصلی فی قبرہ بأذان واقامۃ وان أعمالہ مضاعفۃ فیہ أکثر من مضاعفۃ عمل کل أحد''

(ترجمہ) ''حضور ﷺ زندہ ہیں، اور آپ ﷺ قبر میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور آپ ﷺ کے اعمال ہر ایک کے عمل سے مضاعف درمضاعف ہیں۔''

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیثِ رُوح کے پندرہ جواب دیئے ہیں۔ ان کا خلاصہ وہ ہے جس کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے (مکاتیب ج۱ ص۲۵۱) میں بیان فرمایا ہے کہ: ''یہ روایت دوامِ حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ، بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ ﷺ پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز دُرود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوامِ حیات لازم آئے گا۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام ج۱، ص۲۵۱ مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ)

اور یہ جواب بھی فرمایا کہ: اگر لفظ (''اِلَّا رَدَّاللہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ'' کے بجائے) ''اِلَیَّ رُوْحِیْ'' فرمایا گیا ہوتا تو شبہ وارِد ہوسکتا تھا، اس لئے کہ ''اِلَیَّ'' اور ''عَلَیَّ'' میں فرق ہے، ''علیٰ'' استعلاء کے لئے اور ''الیٰ'' نہایت غایت کے لئے ہے، اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے رُوح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسمِ اطہر سے بالکل خارج ہوگئی تھی اور اب اس کو جسمِ مقدس کی طرف لوٹایا گیا ہو۔

چونکہ آنحضرت ﷺ مدارجِ قرب ومعرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں، اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دُوسری جانب کی توجہ کو کمزور کردیتا ہے۔ چنانچہ اہلِ استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں، مگر جب حضور رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے۔ اس لئے بارگاہِ اُلوہیت سے دُرود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدّد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی کہ خود سرورِ کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کرکے دُرود والے کی طرف متوجہ کردیا جاتا ہے، اور آپ (ﷺ) اس کے لئے دُعا فرماتے ہیں۔''

(مکتوبات شیخ الاسلام ج۱، ص۲۵۱ مدنی کتب خانہ گوجرانوالہ)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''رُوح پُرفتوح نبوی ﷺ جب منبع اور اصل ارواحِ باقیہ، خصوصاً ارواحِ مؤمنینِ اُمت ٹھہری، تو جونسا اُمتی آپ پر سلام عرض کرے گا، اس کی طرف کا شعبہ لوٹے گا، ارتدادِ (لوٹنا) جملہ شعب لازم نہیں اور ظاہر ہے کہ اس شعبہ کا ارتداد (لوٹنا) باعث اطلاع سلام معلوم تو ہوگا، پر موجب زوالِ استغراق مطلق نہ ہوگا، آخر شعبِ غیر متناہیہ اور ہیں۔'' (آبِ حیات ص۱۷۵، ۱۷۶، مطبوعہ: مطبع قدیمی دہلی)

یعنی جب آپ ﷺ منبع اور اصل، اَرواحِ باقیہ، خصوصاً اَرواحِ مؤمنینِ اُمت ہیں، تو جونسا اُمتی آپ ﷺ پر سلام کرے گا، اس کی طرف کا شعبہ ازشعبہائے لوٹے گا اور تمام شعبوں کا لوٹنا لازم نہیں اور ظاہر ہے کہ اس شعبے کا لوٹنا باعث اطلاعِ سلام تو ہوجائے گا، مگر موجبِ زوالِ استغراق نہ ہوگا، آخر شعب کثیر اور بھی ہیں اور غیر متناہی ہیں۔

اس تقریر سے وہ اعتراض کہ جب تمام اقطارارض سے سلام بھیجے جاتے ہیں اور کوئی ساعت بھی خالی نہیں رہتی، تو پھر حضرتِ الٰہی تعالیٰ کے شہود کے لئے کب فراغت ہوگی؟ خود بخود دفع ہوگیا، اس لئے کہ تمام شعبوں کو تو دُرود بھیجنے والے کی طرف نہیں لوٹایا جاتا، اس میں سے کوئی ایک شعبہ ہوتا ہے جس کو متوجہ کیا جاتا ہے، اس سے استغراق میں کمی نہیں آتی۔

نیز آخرت کے معاملات عقل سے مدرک نہیں ہوتے، اور احوالِ برزخ، احوالِ آخرت کے مشابہ ہیں، ان کو دُنیا کے معاملات پر قیاس کرنا غلط بات ہے۔ (القول البدیع للسخاوی ص۱۲۷)

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بیہقی کی ایک روایت میں ہے: ''اِلَّا وَقَدْرَدَّ اللہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ'' (حیاۃ الانبیاء امام بیہقی ص ۹۹، مطبوعہ مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ)

اب کوئی اِشکال نہیں رہتا، اس لئے کہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ جو کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اس پر سلام کا جواب دیتا ہوں، اس لئے کہ رُوح تو میری طرف پہلے سے واپس ہو چکی ہے۔

اس قدر اہلِ بصیرت کو کافی وشافی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم!

فصل رابع

علمائے نجد کا اعتقاد

کتاب ''الهدیة السنیة والتحفة الوهابیة النجدیة'' (مطبوعہ مصر) میں ہے کہ: ''ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کا رُتبہ تمام مخلوق کے مراتب سے اعلیٰ ہے، وہ اپنی قبر میں حیاتِ برزخیہ سے زندہ ہیں، ان کی حیات، حیاتِ شہداء سے...... جو کہ قرآن مجید میں مصرّح ومنصوص ہے...... افضل واکمل ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ شہداء سے بلاشک وشبہ افضل ہیں، اور سلام کہنے والے کا سلام سنتے ہیں۔''

اور شہداء کی حیات ''یُرْزَقُوْنَ'' اور ''فَرِحِیْنَ'' کے قرینے سے برزخی وجسمانی حیات ہے، جیسا کہ اس سے پہلے گزرا، اور پیغمبر تو اس سے بدرجہا بالاتر ہیں۔

کتبِ فقہ سے حوالہ جات

''نور الایضاح'' جو فقہ کی مستند، محقق اور معتبر کتاب ہے اور علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے، علامہ موصوف رحمہ اللہ اپنی اسی کتاب کے باب زیارۃ المدینہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''ومما هو مقرر عند المحققین انه ﷺ حیّ یرزق متمتع بجمیع الملاذ والعبادات غیر انه احجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات'' (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۴۰۵)

(ترجمہ) ''جیسا کہ محققین کے ہاں ثابت ہے کہ حضور ﷺ (اپنی قبر مبارک میں) زندہ ہیں، تمام عبادات وغیرہ سے نفع مند ہیں، مگر یہ کہ آپ ﷺ اعلیٰ مقامات پر پہنچنے کی وجہ سے ناقص وقاصروں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں۔''

اسی طرح ''فتح القدیر'' (ج ۲ ص ۳۳۷ مطبوعہ مصطفی محمد مصر) مقصد ثالث زیارت قبر نبی اکرم ﷺ کے مطالعہ سے صاف واضح ہے کہ حضرت ابن الهمام الحنفی (المتوفی ۸۶۱ھ) حضور اکرم ﷺ کی حیات بابرکات حسّی، جسمانی، برزخی کے قائل ہیں، اس لئے کہ آپ فرماتے ہیں کہ: ''...... محاذیا لرأس النبی ﷺ ووجه الکرام ملاحظا نظره السعید الیک'' (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص ۴۰۶)

(ترجمہ) ''زیارت کرنے والا پائے مبارک کی جانب سے آئے تاکہ زیارت کرنے والا حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ مبارک کی آنکھ سے آئے۔''

فصل خامس

کتب تصوف سے حوالہ جات

کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' للامام العارف الربانی سیدی عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ (ج۱ص۱۳۲) میں ہے: ''ان الأنبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لا تبلی اجسادھم ولا تتغیر صورھم وھم فی قبورھم یصلون کما جائت بہ الأحادیث''

(ترجمہ) ''بے شک انبیاء علیہم السلام کے جسم قبر میں بوسیدہ نہیں ہوتے، ان کی صورتیں متغیر نہیں ہوتیں اور وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں، جیسا کہ احادیث میں آ گیا ہے۔''

اور اسی کتاب کی ج۱، ص۱۳۳ میں ہے: ''(فان قلت) فھل یصدق من ادعی رؤیۃ النبی ﷺ فی الیقظۃ الآن (فالجواب) نعم یصدق''

(ترجمہ) ''پس اگر تو کہے کہ جو شخص بیداری کی حالت میں آنحضرت ﷺ کی رُؤیت کا دعویٰ کرے، کیا اس کی تصدیق کی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: جی ہاں! اس کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی۔''

چونکہ انبیاء علیہم السلام کی بیداری میں رُؤیت ہوسکتی ہے، اسی میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب 'تنویر الحلک فی رؤیۃ النبی والملک'' تصنیف فرمائی ہے اور اس میں صحابہ کرام، اولیاء اور علماء سے بہت نقول ارشاد کی ہیں جس میں کہ نبی کریم اور ملائکہ کے ساتھ بیداری میں مجتمع ہونا بیان کیا ہے۔

اب بندہ گناہگار خود کتاب 'تنویر الحوالک فی رؤیۃ النبی والملک'' سے چند چیزیں پیش کرتا ہے، اس کتاب کے ص۱۱ میں ہے: ''امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اربابِ قلوب اپنی بیداری میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء علیہم السلام کو دیکھتے ہیں اور ان کی آواز سنتے ہیں اور ان سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ پھر اس حال سے بھی جو کہ مشاہدہ صورتوں اور امثال کا ہے، ترقی کر جاتا ہے، جس کا بیان مشکل ہے۔''

امام ابنِ ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں حضرت ربعی بن حراش رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ: ''کنا اربع اخوۃ، وکان الربیع اخونا اکثرنا صلوٰۃ واکثرنا صیامًا فی الھواجر، وانہ توفی فبینا نحو حولہ، وقد بعثنا من یبتاع لنا کفنا، اذ کشف الثوب عن وجھہ فقال: السلام علیکم، فقال القوم: وعلیکم السلام یا اخا بنی عبس، أبعد الموت؟ قال: نعم! انی لقیت ربی عز وجل بعدکم فلقیت ربًا غیر غضبان واستقبلنی بروح وریحان واستبرق، الا وان أبا القاسم ﷺ ینتظر الصلوٰۃ علی فعجلونی ولا تؤخرونی... فنمی الحدیث الی عائشۃ رضی اللہ عنہا فقالت: اما انی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: یتکلم رجل من امتی بعد الموت... ھٰذا حدیث مشھور...'' (حلیۃ الاولیاء ج۴، ص۳۶۷، ۳۶۸)

(ترجمہ) ''ہم چار بھائی تھے اور ہمارا بھائی ربیع بہت نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا تھا، وہ فوت ہوگیا، ہم اس کے اردگرد بیٹھے ہیں اور وہ کپڑے سے ڈھانپا ہوا ہے، ناگہاں اس نے اپنے منہ سے کپڑا اُتارا اور کہا: السلام علیکم! ہم نے کہا: وعلیکم السلام! کیا بعد موت کے؟ کہا: ہاں! اپنے رَبّ کو ملا تمہارے بعد، پس پایا میں نے رُوح وریحان اور رَبّ کو مہربان، اور پہنائے مجھ کو کپڑے سبز ریشم کے پتلے اور گاڑھے (اور پایا میں نے معاملے کو آسان اس سے

جو تم گمان کرتے تھے اور اس پر سہارا نہ کرو، اور میں نے اللہ تعالیٰ سے اجازت مانگی تاکہ تم کو خوشخبری دوں)، مجھے جلدی رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ، وہ انتظار کرتے ہیں نماز کی مجھ پر...... الخ!

یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی، انہوں نے کہا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ نے فرمایا: میری اُمت سے ایک جوان مرنے کے بعد بات کرے گا...... ابونعیم رحمہ اللہ نے کہا کہ: یہ حدیث مشہور ہے۔"

اور امام بیہقی رحمہ اللہ دلائل میں اس حدیث کو لائے، اور کہا کہ: اس کی صحت میں کوئی شک نہیں۔

(دلائل النبوۃ ج ٦، ص ٤٥٤)

اسی طرح اس کتاب کے ص ٢٣ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ میں سے موت کے بعد کلام کرنے والے کثیر ہیں، جو شمار میں نہیں آسکتے۔

عوارف المعارف میں شیخ سہروردی رحمہ اللہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ سے حکایت کرتے ہیں کہ: "وہ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی نکاح اس وقت تک نہیں کیا جب تک کہ مجھے حضورِ اکرم ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ: شادی کرلے!"

اور ص ٢٦ میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہرملکی کے متعلق کہا کہ: "حضورِ اکرم ﷺ کے بہت سے دیکھنے والے ایسے تھے، جو جاگتے اور نیند میں بھی، آپ کی زیارت کرتے تھے اور اکثر اُمور آپ ﷺ سے حکم پاکر کرتے، تا آں کہ ایک رات میں ان کو سترہ بار زیارت ہوئی۔"

اور (ص ٤٣، ٨٤) میں لکھا ہے کہ: "حاصل مجموعہ نقول اور احادیث کا یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے جسمِ اطہر اور رُوح کے ساتھ زندہ ہیں...... اسی صورت (مقدس) کے ساتھ جو وفات سے پہلے تھی، اس سے کچھ تبدل نہیں ہوا، ہاں آنکھوں سے غائب ہیں، جیسا کہ فرشتے غائب ہیں اور زندہ ہیں اپنے جسم کے ساتھ۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی کو زیارت کرانے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کو اس شکل و صورت میں دِکھا دیتے ہیں جیسے کہ پہلے تھے، اس سے کوئی مانع نہیں اور نہ اس کے کہنے کی ضرورت ہے کہ مثال میں دِکھاتے ہیں۔" (انتہیٰ ملخصاً)

فائدہ: مضمونِ سابق سے معلوم ہوگیا کہ فرشتگان اور انبیاء علیہم السلام بیداری میں بھی نظر میں آسکتے ہیں، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام، دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں اور جنگِ بدر و اُحد میں دُوسرے فرشتے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر آئے، کما ھو مصرح فی الأحادیث، اور پیغمبر علیہم السلام بھی نظر آسکتے ہیں۔ کما نقل کثیرًا فی تنویر الحوالک فانظر ثمہ!

پس بعض کا یہ کہنا کہ ہم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ میں سے کسی سے نہیں پہنچا کہ وفات کے بعد بیداری میں حضورِ اکرم ﷺ نظر آئے ہوں، غلط ہے۔ وہ لوگ حدیث: "مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ" کی تاویل کرتے ہیں، اس کا جواب تنویر مذکور ص ١٥ میں یہ دیا گیا ہے کہ بعد از وفات، بیداری میں حضور ﷺ کی زیارت کا انکار کرنے والا دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ کراماتِ اولیاء کی تصدیق کرتا ہوگا یا انکار کرتا ہوگا، جو کراماتِ اولیاء کی تصدیق نہیں کرتا، اس کے ساتھ ہماری بحث نہیں۔ کیونکہ وہ شخص سنت اور دلائلِ واضحہ سے ثابت شدہ اُمور کا منکر ہے۔ البتہ جو شخص اس کی تصدیق کرتا ہے، اس پر مخفی نہیں کہ یہ بھی خرقِ عادت ہے اور اولیاء اللہ کو خرقِ عادت سے عالمِ علوی و سفلی کی چیزیں منکشف ہوجاتی ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ: "...... وقد کان یسلم علی حتی اکتویت فترکت ثم ترکت الکی فعاد" (صحیح مسلم ج ١ ص ٤٠٢)

حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے اور وہ سنتے تھے، جب داغ دے دیا تو سلام ہونا بند ہو گیا۔ پھر داغ دینا چھوڑ دیا تو پھر سلام سننے لگے۔

"ومعنی الحدیث: ان عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ کانت بہ بواسیر فکان یصبر علی ألمها وکانت الملائکة تسلم علیه فاکتوی فانقطع سلامهم علیه ثم ترک الکی فعاد سلامهم علیه"

(ترجمہ) "اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو بواسیر کا مرض تھا، وہ بواسیر کی تکلیف پر صبر کرتے تھے تو ملائکہ ان کو سلام کیا کرتے تھے، جب انہوں نے بواسیر کی تکلیف کے ازالے کے لئے داغ لگوایا تو ملائکہ کا سلام کرنا بند ہو گیا، انہوں نے داغ لگوانا چھوڑ دیا تو دوبارہ ملائکہ کا سلام شروع ہو گیا۔"

جاننا چاہئے کہ قبر کے اَحوال اُمورِ آخرت سے ہیں۔ پس ضروری ہے کہ دُنیا والوں سے وہ کامل ولی شخص اس کو پا سکتا ہے جس کو آخرت کے اَحوال منکشف ہوتے ہوں۔

حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، نماز جسم مع رُوح سے ہوتی ہے نہ کہ محض رُوح سے۔

اشکال: بعض کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ان کی رُوح کی وہی مثال دِکھاتا ہے جو دُنیا میں نماز اور حج کیا کرتے تھے، یعنی جاگتے میں دِکھا دیتا ہے، گویا کہ ان کا سابق زمانہ متمثل ہو کر سامنے آجاتا ہے۔

جواب: جب حضور ﷺ نے معراج کی رات میں بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی (کذا فی المشکوٰۃ ص۵۳۰) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حضورِ انور ﷺ کو تخفیفِ نماز کے لئے واپس لوٹاتے رہے۔ کیا یہ بھی رُوح وجسم سابق ممثل تھا؟ نہیں، نہیں! بلکہ وہی جسمِ اطہر موسوی مع رُوح کے (علیہ السلام) موجود تھا اور نماز میں بھی تمام انبیاء علیہم السلام جسم مع رُوح کے مقتدی ہوئے تھے، نہ کہ محض ارواحِ انبیاء آئی تھیں اور جسمِ اطہر قبروں میں تھے۔

اشکال: اسی طرح بعض کا یہ فرمانا کہ قبروں میں بھی ہیں اور حج بھی کرتے ہیں، کیا قبر خالی رہتی ہے؟ کیا زیارت کرنے والا خالی قبر کی مٹی کو دیکھ کر آتا ہے اور ایک وقت میں قبروں میں بھی ہوں؟ آسمانوں پر بھی ہوں؟ اور اطرافِ زمین میں بھی ہوں؟ لہٰذا صالحین کی یہ حکایات مثالی ہیں یا من گھڑت ہیں، جیسا کہ توثیق حری الایمان اور بہجۃ النفوس وروض الریاحین وغیرہ میں ایسی چیزیں ہیں۔

جواب: "تنویر الحوالک" ص ۸۸ میں ہے کہ: بعض حضرات نے بعض علماء سے سوال کیا کہ: اطرافِ بعید میں ہزاروں دیکھنے والے ایک ہی وجودِ مسعود کو ہر جگہ نیند یا جاگتے میں کیسے دیکھتے ہیں؟ تو جواب میں یہ شعر پڑھا:

کالشمس فی کبد السماء وضوئها تغشی البلاد مشارقًا ومغاربًا

یعنی جیسے سورج آسمان میں ہے اور اس کی روشنی مشرق ومغرب کو ڈھانپ لیتی ہے۔

نیز برزخ دارِ آخرت سے ہے اور دارِ آخرت کے اَحکام دُنیا کے اَحکام سے جدا ہیں، وہاں کی وسعت کا علم علیحدہ ہے۔ چنانچہ دُنیا کے اجسام غذا، پانی اور اس کے متعلقات کے بغیر باقی نہیں رہ سکتے، مگر آخرت اور آسمان سے اُوپر کے اجسام کا معاملہ جدا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر ہیں اور دُنیوی غذا سے پاک ہیں، ایسے ہی رُوح علیین وسجین میں ہوتی ہے اور اس کا تعلق قبر سے بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اُمورِ آخرت کو دُنیا کے معاملات وحالات پر

قیاس کر کے اعتراض کرنا دُرست نہیں۔ اس لئے کہ شہید کو حساً وعقلاً مردہ دیکھتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کو زندہ، رزق کھاتا پاکر خوش ہونے والا ہے اور یہ بھی فرماتا ہے کہ شہید کو مردہ گمان بھی نہ کرو اور فرماتا ہے: "بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" یعنی مؤمنین کو خطاب ہے کہ تم اس کی زندگی کو حس اور مشاہدہ سے نہیں جان سکتے۔ پس اس سے شہید دُوسرے مردگان سے ممتیز ہوتا ہے۔

فائدہ: شہداء اور انبیاء علیہم السلام کی حیات میں یہ فرق ہے کہ شہید اَحکامِ آخرت میں زندہ ہے اور دُنیا کے اَحکام میں مردہ ہے، تا آنکہ اس کا مال تقسیم ہوتا ہے، اس کی بیوی عدّت بیٹھتی ہے اور عدّت کے بعد دُوسرا نکاح کرتی ہے۔ (کذا فی سراج الوہاج والنہایۃ) جب کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دُنیوی اَحکام میں بھی ہے۔ چنانچہ ان کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر عدت نہیں، وہ نکاح نہیں کرسکتیں، ان کا مال تقسیم نہیں ہوتا اور ان کی جنازے کی نماز دوسروں جیسی نہیں پڑھی جاتی۔ وغیر ذالک!

فائدہ: حدیث: "مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ بِمُوْسٰى وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ" یعنی میں معراج کی رات موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے۔

اشکال: ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ: یہ حدیث ضعیف ہے، جب کہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اس حدیث کے شواہد ہیں، لہٰذا حدیث حسن ہے، کذا ذکرہ المناوی۔

جواب: اگر یہ حدیث ضعیف ہے یا حسن ہے، تو وہ حدیث جو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے: "قال رسول اللہ ﷺ: لقد رأیتنی فی الحجر وقریش تسألنی عن مسرای فسألتنی عن أشیاء من بیت المقدس لم أثبتها فکربت کربة ما کربت مثله قط قال فرفعه اللہ أنظر الیه ما یسألونی عن شیء الا أنبأتهم به وقد رأیتنی فی جماعة من الأنبیاء فاذا موسی علیه السلام قائم یصلی واذا عیسی بن مریم علیه السلام قائم یصلی... واذا ابراهیم علیه السلام قائم یصلی... فحانت الصلٰوة فأممتهم..." (صحیح مسلم ج۱ ص۹۶)

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قریش معراج کے بعد بیت المقدس کے حالات اور چیزیں پوچھنے لگے، مگر وہ یاد نہ تھیں، تو سخت غم میں پڑا، اس پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو مجھ پر ظاہر کردیا۔ لہٰذا جو پوچھتے جاتے تھے، بتلاتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو جماعتِ انبیاء علیہم السلام میں دیکھا، موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے تھے، پھر نماز کا وقت آگیا اور میں نے سب کی امامت کی۔ پس یہ حدیث تو ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے۔

اشکال: بعض علمائے کرام کو یہ وسوسہ ہوا ہے کہ فردِ واحد میں بیک وقت سب اُمور کا اجتماع انسانی حالت سے بعید ہے کہ ایک وقت میں بیت المقدس میں بھی ہوں، پھر آسمان میں بھی حضورِ اکرم ﷺ کو ملیں، قبر میں بھی ہوں اور علیین میں بھی رہیں، جہاں امر ہو چلے جائیں اور روضۂ مبارک میں بھی ہوں؟

جواب: اس کا جواب گزر چکا ہے کہ برزخ کو، رُوح کو، پھر رُوحِ مبارک کو بہت وسعت ہوتی ہے، اس میں تزاحم کا وسوسہ کرنا غلط ہے۔

اشکال: جب رُوح کو اتنی وسعت ہے تو پھر دُور سے کسی حاجت روائی اور مشکل کشائی میں اُسے پکارنا اور اس سے مدد مانگنا جائز ہوگا؟

جواب: یاد رکھنا چاہئے کہ جواُمور دلیلِ صحیح سے ثابت نہیں، منفی ہیں یا مسکوت علیہا ہیں، ان کو ثابت ماننا یا جو چیز کہ کبھی کبھی ثابت ہے، ہر وقت نہیں۔ اس کو ثابت بالدوام ماننا جائز نہ ہوگا۔ دُور سے کسی زندہ بزرگ کو یا قبر والے بزرگ کو حاجت روائی کے لئے یا مشکل کشائی کے لئے پکارنا شرعاً ثابت نہیں۔ ''رُوح المعانی'' نے آیت: ''وَ ابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' کی تفسیر میں اس کو منع فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر پکارنا دُرست تھا تو واقعہ کربلا وغیرہ میں کیوں نہ پکارا گیا؟ تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ حضور ﷺ کی جسمانی و رُوحانی حیات کا اعتقاد رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر ثابت شدہ چیز کو قیاساً ثابت کیا جائے۔

یاد رکھنا چاہئے! کہ اس جگہ دو چیزیں ہیں، ایک حضورِ اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی وفات حسرت آیات کے بعد کی زندگانی جسمانی و رُوحانی کا بطورِ کامل اکمل اعتقاد رکھنا یا بقول فریقِ ثانی زندگی رُوحانی کامل ترکا یقین کرنا، فریقِ ثانی اپنے دعویٰ پر دلائل دیتا ہے اور مدعا کو ثابت کرتا ہے۔ جب کہ بندہ نے قولِ اوّل یعنی بعد وفات، حیاتِ جسمانی رُوحانی کو حتی الوسع ثابت کیا ہے:

''گر قبول افتد زہے عزّو شرف!''

دوم اینکہ حیاتِ جسمانی و رُوحانی ماننے کے بعد ہم لوگ ان کو دُور سے پکاریں اور نفع و نقصان فوق الاسباب کا مالک مختار سمجھیں اور مدینہ منوّرہ حاضر ہو کر وہ چیزیں جو حضورِ اکرم ﷺ کی شریعت میں ممنوع ہیں یا شریعت سے منقول نہیں، نہ اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح طور مروی ہیں، نہ کسی قوی دلیل سے ثابت ہیں، نہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ نے استنباطاً جائز رکھی ہیں۔ ہم ان کو جسمانی رُوحانی حیات کے اعتقاد پر قیاساً واجتہاداً ثابت کریں اور چودھویں صدی کے مجتہد و بزرگ بن کر معاملہ کریں اور فتویٰ دیں، یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں! ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے بجائے، اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائیں اور حضور ﷺ کے غضب میں آجائیں۔ نعوذ باللہ من غضبہٖ و غضب رسولہٖ!

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منوّرہ حاضر ہوئے، جوشِ محبت میں آکر بوسہ دینے کے ارادے سے کسی قدر جھک کر پھر سیدھے کھڑے ہوئے۔ کسی نے عرض کیا: ایسا کیوں کیا؟ تو فرمایا: ہم آئے ہیں راضی کرنے کے لئے، ایسا نہ ہو کہ شریعت کے خلاف کر کے آپ ﷺ کو ناراض کر دیں!

(کذا فی ملفوظ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حصہ چہارم)

خلافِ شریعت کسے راہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

(ترجمہ) ''جس شخص نے شریعت کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل پر نہیں پہنچے گا۔''

تنبیہ: ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند، ہمارے مرشدینِ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ دُنیاوی وفات کے بعد قبرِ مبارک میں جسمانی رُوحانی حیات سے زندہ ہیں، جو اس زندگی سے بھی افضل و اکمل ہے جو دُنیا میں تھی۔ اس کے دلائل پیشِ خدمت کئے، بعض دلائل تمام طور پر مصرّح ہیں اور بعض دلائل رُوحانی حیات کے زیادہ مؤید ہیں، چونکہ ہمارے متقدمین و متاخرین کا مسلک ہر دو رُوحانی و جسمانی

حیات کا ہے، اس لئے وہ دلائل ہمارے خلاف نہیں، کیونکہ رُوحانی حیاتِ مبارک کے ہم بھی قائل ہیں، فافهم ولا تکن من القاصرین!

غرض ابتداء میں بھی یہی عرض کیا گیا ہے کہ یہ رسالہ اپنے احباب کی فہمائش کے لئے مختصر طور پر لکھا گیا ہے، کسی کی تردید، تشنیع یا تعریض کے لئے نہیں، اگر کسی کی فکر اس کے موافق نہیں ہے تو وہ اپنا مافی الضمیر اپنے احباب کے لئے شائع کردے۔

اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام علٰى خير خلقه محمد واٰله واصحابه واتباعه اجمعين، من الصلوة والسلام افضلهما واكملهما، سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اِلٰه الاّ انت استغفرك واتوب اليك، اللّٰهم تقبل منا انك انت السميع العليم!

۵/جمادی الثانیہ ۱۳۷۷ھ بمطابق ۲۸/دسمبر ۱۹۵۷ء

تصدیقات

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کی تصدیق

باسمہ سبحانہ وتعالٰی

حامدًا ومصلیًا، امابعد!

عالمِ برزخ میں جملہ انبیاء علیہم السلام کی حیات حقیقیہ دُنیویہ بجسد ہم العنصری کا مسئلہ اہلِ سنت والجماعت میں متفق علیہ مسئلہ ہے۔

۱...... حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حیات متفق علیہ است ہیچ کس روا داری خلافے نیست، حیاتِ جسمانی دُنیاوی حقیقی نہ حیاتِ معنوی رُوحانی۔ (اشعۃ اللمعات ج۱ ص ۶۱۲)

۲...... نواب قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ مسئلہ متفق علیہ ہے، کسی کو اس میں خلاف نہیں کہ حیات ان کو وہاں حقیقی جسمانی دُنیا کی سی ہے، نہ حیاتِ معنوی رُوحانی، جیسا کہ شہداء کو ہے۔ (مظاہر حق ج۱ ص ۴۴۵)

۳...... حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند جملہ اکابرِ دارالعلوم کا مسلک تحریر فرماتے ہیں: ''مسئلہ زیرِ بحث حیات النبی میں جہاں تک اپنے بزرگوں کی کتابوں، فتاویٰ، مقالات اور متوارث ذوق کا تعلق ہے، دیوبندیت تو یہی ہے کہ برزخ میں آنحضرت ﷺ کو حیاتِ دُنیوی کے ساتھ زندہ مانا جائے۔'' (منقول از رسالہ الصدیق ج۸، ص۵، ش۳ بابت ماہ مارچ ۱۹۵۷ء، ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ)

۴...... عالم ربانی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب دام فیوضہم نے مسئلہ حیات النبی ﷺ میں رسالہ ''القول النقی'' تحریر فرما کر اہلِ سنت والجماعت پر احسان فرمایا۔ حق تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالے کو نافع اور مشعلِ صراطِ مستقیم بنائے، آمین!

احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ
مہتمم مدرسہ خیر المدارس ملتان

۱۵/جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ بمطابق ۷/جنوری ۱۹۵۸ء

***

حضرت مولانا مفتی محمود کی تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً، امابعد!

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر موت کا طاری ہونا قطعی ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں، "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ" الآیۃ اور قولِ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ: "قَدْ مَاتَ" اس کے شاہدِ صدق ہیں، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی موت سے حیات زائل ہوجاتی ہے یا صرف مستور ہوجاتی ہے۔ یعنی موت بمعنی رافع الحیاۃ ہے یا بمعنی ساتر الحیاۃ؟ بانیٔ دار العلوم دیوبند حضرت نانوتوی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالے "آبِ حیات" میں دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کی موت سے صرف حیات مستور ہوئی ہے، زائل نہیں ہوئی۔ آپ ﷺ کی موت کو عامۃ المؤمنین کی موت سے ممتاز قرار دے کر وضاحت سے لکھا ہے، رسول اللہ ﷺ کی حیات دُنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے، اس میں انقطاع یا تبدل، تغیر جیسے حیاتِ دُنیوی کا حیاتِ برزخی ہوجانا واقع نہیں ہوا۔ انتہیٰ! لیکن اکثر محققین کے اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر موت بمعنی رفع الحیاۃ طاری ہوئی۔ بہر حال حقیقت موت جو بھی ہو، علیٰ اختلاف القولین یہ اَمر مُسلّم ہے کہ آپ ﷺ پر موت طاری ہوئی، لیکن ساتھ ساتھ یہ اَمر بھی علمائے اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک مُسلّم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجود یعنی عالمِ برزخ میں آپ ﷺ جسمانی حیات سے زندہ ہیں، آپ ﷺ کی رُوحِ مبارک کا تعلق آپ ﷺ کے جسدِ عنصری کے ساتھ ایسا قائم کردیا گیا ہے کہ اس دُنیاوی جسدِ اطہر کے ساتھ (جسے اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے) تمام افعال وحرکات مثل سمع، بصر و بطش و مشی و کلام وغیرہا پر قادر ہیں۔ یہ عقیدہ کہ آپ ﷺ کا جسدِ اطہر ساکن و صامت قبرِ مبارک میں صحیح و سلامت موجود ہے اور اس سے افعال وحرکات کا صدور نہیں ہوتا، عقیدۂ فاسدہ ہے اور تمام علمائے اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے اور علمائے دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے۔ حضرت العلامۃ العارف باللہ مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہ العالی نے یہ رسالہ لکھ کر اہلِ حق کے اقوال کو اس ترتیب کے ساتھ جمع کردیا ہے کہ منصفین، طالبینِ حق کے لئے کافی و وافی ہے۔ میں نے رسالے کا مطالعہ کیا ہے، مجھے اس کے مندرجات سے اتفاق ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور رسالۂ ہذا کو قبول فرما کر عامۃ المؤمنین کے لئے ذریعۂ ہدایت اور حضرتِ موصوف کے لئے ذریعۂ ترقیٔ درجات گردانے!

احقر الافقر

ابوالفضل محمود عفا اللہ عنہ

خادم الافتاء والتدریس بقاسم العلوم ملتان

۲۱ر جمادی الثانی ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۳ر جنوری ۱۹۵۸ء

***